افریقی افسانہ

وہ آدمی

مترجم: خورشید اقبال

Original Story: **The Man** By: **E, B, Dongala (Congo)**

نہیں!.....اس بار وہ نہیں بچ سکے گا! آخر کار اڑتالیس گھنٹوں کے بعد اس کا پتا لگا لیا گیا تھا۔ وہ جن راہوں سے گزرا تھا ان کا سراغ مل چکا تھا، اور وہ گاؤں، جہاں وہ چھپا ہوا تھا، اس کی نشاندہی ہو چکی تھی۔ اس دوران اس کی موجودگی کے کتنے ہی غلط سراغ ہاتھ لگے تھے۔ اسے بیک وقت لاتعداد مقامات پر دیکھا گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی مافوق الفطرت ہستی ہو اور بیک وقت ہر جگہ موجود ہو۔ یہ سمجھا جا رہا تھا کہ سرگرم انتہا پسند اسے بچا کر ملک کے مرکز کی جانب لے گئے ہیں۔ اس کی گرفتاری کے لیے جس گشتی دستے کو شمالی دلدلی علاقے میں پیراشوٹ کی مدد سے اتارا گیا تھا اس کا دعویٰ تھا کہ اسے بری طرح زخمی کر دیا گیا ہے حالاں کہ اس بات کا واحد ثبوت محض خون کے چند دھبے تھے جو پہاڑی درے میں جا کر غائب ہو گئے تھے۔ سرحدی فوجیوں کا کہنا تھا کہ انھوں نے اسے گولی ماردی تھی جب وہ ایک چھوٹی سی کشتی میں فرار ہو رہا تھا، بدقسمتی سے کشتی ڈوب گئی اور اس کی لاش نہیں مل سکی، لیکن بعد کی تحقیقات سے یہ سارے دعوے غلط ثابت ہوئے تھے۔ پولیس جو پہلے ہی سے کافی چوکس تھی اسے اور بھی چوکس کر دیا گیا تھا۔ مسلح افواج کی تازہ دم ٹکریاں تعینات کی گئی تھیں اور فوج کو اس معاملے میں مکمل اختیارات دے دیے گئے تھے۔ فوجی شہر کے مزدوروں کے کوارٹروں میں داخل ہو گئے تھے ،انھوں نے مکانات کے دروازے توڑ ڈالے، اپنی سنگینوں سے روئی اور گھاس سے بھرے گدوں کو چھید ڈالا۔ اناج سے بھرے بستوں کو کاٹ کر کھول ڈالا۔ جو بھی ان کے سوالات کے جواب دینے میں ذرا بھی ہچکچایا اسے اپنی رائفلوں کے کندوں سے بری طرح پیٹ ڈالا اور جس نے بھی اپنے گھر کی تباہی پر احتجاج کیا اسے بھی کاٹ کر رکھ دیا، لیکن ان ساری سخت ترین کاروائیوں کا نتیجہ صفر ہی رہا۔ سارے ملک پر خوف و ہراس کے سایے منڈلاتے رہے۔ نہ جانے وہ کہاں چھپا ہوا تھا؟

یہ ایک تقریباً ناممکن قتل تھا کیوں کہ بابائے قوم، عوام کا نجات دہندہ، عظیم رہنما، تاحیات صدرِ مملکت اور فوجوں کا کمانڈر اِن چیف ایک عظیم الشان محل میں رہتا تھا۔ جہاں تک عام شہریوں کی رسائی ناممکن تھی۔ محل کے گرد کئی دائروں کی صورت میں جو حفاظتی حصار قائم تھے وہ ناقابلِ عبور تھے۔ حصاروں کا یہ نظام ایک اسرائیلی پروفیسر کی نگرانی میں تیار کیا گیا تھا جو فنونِ جنگ اور انسدادِ دہشت گردی میں کئی ڈگریاں حاصل کر چکا تھا۔ محل سے پانچ سو گز کی دوری پر ہتھیار بند کمانڈوز ایک دوسرے سے دس گز کے فاصلے پر دائرے کی صورت میں کھڑے رہتے تھے۔ کمانڈوز کا دوسرا حصار دو سو گز اور تیسرا حصار سو گز کی دوری پر قائم تھا۔ محل کے گرد پانی سے بھری ایک کافی گہری خندق تھی جس میں افریقی گھڑیال، اور وسطی امریکہ سے لائے گئے خوفناک مگرمچھ تیرتے رہتے تھے۔ انھیں کبھی بھی پیٹ بھر غذا نہیں دی جاتی تھی.....خاص طور سے ملک میں اکثر ہونے والی ہر حقیقی یا فرضی بغاوت کو فرو کرنے کی مہمات کے دوران۔ اس خندق کے بعد ایک اور نسبتاً کم گہری خندق تھی جس میں بے شمار سیاہ اور سبز ممبا سانپ بھرے ہوئے تھے، جن کا زہر اپنے شکار کو چشمِ زدن میں ہلاک کر دیا کرتا تھا۔ محل کے گرد اینٹوں اور پتھروں سے بنی ایک ساٹھ فٹ اونچی چہار دیواری تھی جو زمبابوے کے کھنڈرات کی دیواروں کی یاد دلاتی تھی۔ دیوار پر واچ ٹاور تھے، سرچ لائٹیں تھیں، کیلیں تھیں، کانٹے دار تار اور کانچ کے نوکدار ٹکرے تھے۔ محل میں داخل ہونے کا واحد ذریعہ دو عظیم دروازے تھے، جو ان خندقوں کے لیے پُلوں کا کام بھی کرتے تھے۔ انھیں صرف محل کے اندر سے ہی کھولا اور بند کیا جا سکتا تھا۔ اور پھر محل..... جہاں عوام کا مسیحا رہا کرتا تھا.....اس میں ڈیڑھ سو کمرے تھے اور ہر کمرے میں بے شمار بڑے بڑے آئینوں کا ایسا نظام تھا جو ہر شخص کی ہلکی سے ہلکی حرکت کو بھی ظاہر کر دیتا تھا اور وہاں کسی کی نظر بچا کر کچھ بھی کر لینا، ناممکن تھا۔ کوئی بھی ملاقاتی ان آئینوں کے جال میں پھنس کر پریشان ہو جاتا تھا کہ اس کی ہر حرکت مختلف

زاویوں سے دیکھی جارہی ہے۔حرکت خواہ جتنی بھی ہلکی ہوتی،کسی صدائے بازگشت کی طرح،ایک آئینے سے دوسرے آئینے کا سفر کرتی ہوئی آخر کار سب سے بڑے آئینے یعنی آقا کی آنکھوں تک پہنچ جاتی تھی.....جیسے وہ اپنی جگہ پر بیٹھا ساری کائنات کو دیکھ رہا ہو۔کسی کو پتا نہیں تھا کہ قوم کا مسیحا کس کمرے میں سوتا ہے۔یہاں تک کہ ان تیز طرار طوائفوں کو بھی اس بات کا پتا نہیں ہوتا تھا جنھیں وہ اپنی غیر فطری جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے لگاتار کئی کئی راتیں اپنے پہلو میں رکھتا تھا اور نہ ہی ان معصوم دوشیزاؤں کو کچھ پتا ہوتا تھا جن کی دوشیزگی سے کھیلنا اس کی پسندیدہ عادت تھی،لیکن اگر ایک طرف بابائے قوم،عوام کا نجات دہندہ،عظیم رہنما،تاحیات صدرِ مملکت اور فوجوں کا کمانڈر ان چیف جسمانی طور پر کسی کو دکھائی نہیں دیتا تھا تو دوسری طرف وہ ہر وقت ہر جگہ موجود تھا۔قانون کے مطابق عوام کے لیے یہ ضروری تھا کہ اس کی تصویر ہر گھر میں لگائی جائے۔ریڈیو کی نشریات کی شروعات اور اختتام اس کے اقوال زریں سے ہوا کرتے تھے۔ٹیلی ویژن کی خبریں اس کی تصاویر کے ساتھ ہی شروع ہوتیں اور پھر اختتام تک یہی چلتا رہتا،اور واحد مقامی اخبار کے ہر شمارے کے کم از کم چار صفحات ان فرضی خطوط سے بھرے ہوتے،جن میں ملک کے شہری اس کے لیے اپنی محبتوں کا اظہار کیا کرتے۔

اور ان تمام حفاظتی اقدامات کے باوجود اس نے اسے قتل کر دیا تھا۔وہ نہ جانے کیسے کمانڈوز،گھڑیالوں اور ممبا سانپوں سے بچتا ہوا محل میں داخل ہو گیا تھا۔وہ آئینوں کے جال سے بھی بچ نکلا تھا اور بابائے قوم کو کسی عام انسان کی طرح قتل کر ڈالا تھا۔پھر اس نے واپسی کا سفر شروع کیا اور ایک بار پھر واچ ٹاوروں،سیاہ اور سبز ممبا سانپوں،گھڑیالوں اور کمانڈوز سے بچتا ہوا صاف نکل گیا تھا۔اور اب اڑتالیس گھنٹے گزر چکے تھے مگر وہ اب بھی آزاد تھا۔

.....اور تبھی ایک افواہ پھیلی.....کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی شروعات کیسے ہوئی.....کہ اس کا سراغ مل گیا ہے.....وہ جن راہوں سے گزرا تھا ان کا پتا چل چکا ہے اور وہ گاؤں جہاں وہ چھپا ہوا ہے اس کی نشاندہی ہو چکی ہے.....وہ گھر چکا ہے.....اس بار وہ نہیں بچ پائے گا۔

بکتر بند گاڑیاں،جیپیں،اور فوجیوں سے بھری لاریاں صبح کے تین بجے ہی چل پڑیں۔ٹینکوں نے راستے میں آنے والے گاؤں کے مکانات کے گرد گھوم کر جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔وہ راہ میں آنے والے مکانات کو مسمار کرتے ہوئے چلے جارہے تھے۔ظاہر ہے....دو مقامات کے درمیان خط مستقیم سب سے کم دوری رکھتا ہے۔اپنے پیچھے جلتے ہوئے گاؤں کو چھوڑ وہ کر آگے بڑھتے جارہے تھے،فصلیں تباہ ہو چکی تھیں اور بے شمار لاشیں ٹینکوں کے زنجیر نما پہیوں سے بننے والے گڈھوں میں پڑی ہوئی تھیں۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی فاتح ملک کی فوجیں ہوں جو مفتوح کو بری طرح کچلتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہوں۔آخر کار وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے۔انھوں نے اپنی رائفلوں کے کندوں سے گاؤں والوں کو جگایا۔انھوں نے ہر طرف تلاشی لی،اناج کی کوٹھریوں کو خالی کر ڈالا۔درختوں اور جھاڑیوں کو کھنگالا،لیکن وہ شخص انھیں نہیں ملا جس کی انھیں تلاش تھی۔دستے کا کمانڈر بہت برہم تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے اس کی ہلمٹ میں لگی زنجیر نیچے اس کی موٹی گردن پھول کر ابھی پھٹ جائے گی۔

''میں جانتا ہوں،وہ یہیں ہے.....وہ کمینہ جس نے ہمارے پیارے بابائے قوم کو قتل کیا ہے.....بابائے قوم جو ہمارے قومی ہیرو کے طور پر ہمیشہ زندہ رہے گا.....میں جانتا ہوں کہ وہ بدذات داڑھی والا اور یک چشم ہے۔اگر تم نے دس منٹ کے اندر یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے تو میں تمھارے سارے گھر جلا ڈالوں گا۔میں تم میں سے کسی بھی ایک کو پکڑوں گا اور اسے بری طرح ٹارچر کر کے گولی مار دوں گا۔''

دس منٹ ایک خوفزدہ سی خاموشی کے سایے میں گزر گئے ایسی خاموشی جیسی شاید کائنات کی ابتدا سے پہلے تھی۔پھر فوجیوں کے کمانڈر نے انتقامی کاروائی کے آغاز کا اشارہ کر دیا۔کچھ فوجیوں نے گاؤں والوں میں سے چند کو پکڑ کر الٹا لٹکا دیا اور بری طرح پیٹنے لگے،دوسرے فوجی ان کے زخموں پر لال مرچیں لگانے لگے جب کہ کچھ نے انھیں گائے کا تازہ گوبر کھانے پر مجبور کیا،لیکن گاؤں والے اس شخص کا نام نہیں بتا رہے تھے۔آخر،فوجیوں نے گاؤں کے تمام مکانات جلا ڈالے،فصلوں کو بھی نہ چھوڑا۔ایک ایسا ملک جہاں کے لوگوں کو بڑی مشکلوں سے دو وقت کا کھانا نصیب ہوتا تھا،وہاں سال بھر کی محنت کو یوں آگ کی نذر کر ڈالا گیا،لیکن گاؤں والوں نے اب بھی اس شخص کے بارے میں نہیں بتایا۔دراصل ان کی خاموشی کا راز بس اتنا ہی تھا کہ وہ بے چارے جانتے ہی نہیں تھے۔انھیں سچ مچ یہ پتا نہیں تھا کہ یہ کارنامہ کس نے انجام دیا ہے۔

اس شخص نے اکیلے ہی یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔اس نے مہینوں اس سلسلے میں تیاریاں کی تھیں۔پڑھا تھا،تحقیق کی تھی اور منصوبہ بندی کی تھی۔پھر اس نے ایک نقلی داڑھی لگائی اور اپنی ایک آنکھ پر ڈاکوؤں جیسی سیاہ پٹی لگائی۔اس نے پتا لگا لیا تھا کہ کیسے اس محل میں داخل ہو کر اس آمر کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ اس نے یہ کام اتنی آسانی سے کیا تھا کہ اس نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ یہ راز کسی کو بھی نہیں بتائے گا،سخت سے سخت تشدد کی حالت میں بھی نہیں۔ تاکہ وہ طریقہ کبھی پھر استعمال کیا جا سکے۔وہ اپنے گاؤں میں فوجیوں کو دیکھ کر سخت حیران ہوا تھا۔لیکن کیا ان لوگوں نے سچ مچ اسے پہچان لیا تھا یا وہ صرف یونہی ہانک رہے تھے۔صاف ظاہر تھا....ان لوگوں کو یہ پتا نہیں تھا جس کی تلاش میں وہ ہیں،وہ کون ہے۔وہ تو ان کے سامنے کھڑا تھا اپنے گاؤں والوں کے ساتھ جن کو یہ بالکل ہی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کر آیا ہے۔وہ وہیں کھڑا تھا،کلین شیو اور اپنی دونوں آنکھوں کے ساتھ....اس انتظار میں کہ آگے نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔

گاؤں والوں کی خاموشی نے فوجیوں کے کمانڈر کو بے حد غضب ناک کر دیا تھا۔''میں آخری بار کہہ رہا ہوں۔اگر تم نے نہیں بتایا کہ وہ منحوس یک چشم،جس نے ہمارے پیارے رہنما کو قتل کیا ہے،کہاں چھپا ہوا ہے تو میں تم میں سے کسی بھی ایک شخص کو گولی سے اڑا دوں گا۔میں تمھیں پانچ منٹ دیتا ہوں۔''

اس نے غصے میں دانت پیستے ہوئے اپنی کوارٹز گھڑی کی جانب دیکھا۔دو منٹ....ایک منٹ.....تیس سیکنڈ.....۔

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کمانڈر صاحب''،گاؤں کے مکھیا نے فریاد کی،''ہم اسے نہیں جانتے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ اس گاؤں میں نہیں ہے۔''

''یہ تمھارے لیے برا ہے۔میں اب کسی بھی ایک شخص کو پکڑوں گا اور اسے گولی مار دوں گا۔شاید تم میری بات اچھی طرح سمجھ رہے ہو.....اے تم!''

کمانڈر اسی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔اسے حیرت نہیں ہوئی۔اسے تو اپنا انجام معلوم تھا۔شاید اندر سے وہ یہی چاہتا بھی تھا۔کیوں کہ اگر اس کی جگہ کسی اور کو مارا جاتا تو شاید وہ عمر بھر سکون سے نہیں رہ پاتا۔وہ خوش تھا کہ وہ اپنے راز کو اپنے ساتھ لے کر مر رہا ہے۔

''تمھارے مکھیا اور گاؤں والوں کی بے وقوفی پر تمھیں بے موت مرنا پڑے گا.....اسے ایک درخت سے باندھ دو اور شوٹ کر دو۔''

وہ اسے ٹھوکروں اور رائفل کے کندوں سے مارنے لگے۔انھوں نے اسے اپنی سنگینوں سے چھید ڈالا۔وہ اسے زمین پر گھسیٹ کر ایک آم کے درخت تک لائے اور باندھ دیا۔اس کی بیوی اس سے لپٹ گئی لیکن چار فوجیوں نے بڑی بے رحمی سے اسے کھینچ کر الگ کر دیا۔

''آخری بار میں پوچھ رہا ہوں.....مجھے بتا دو کہ وہ قاتل کہاں چھپا ہے۔''

''میں نہیں جانتا.....کمانڈر۔''مکھیا گڑگڑایا۔

''فائر!!!''

اس کا سینہ ہلکا سا آگے کی طرف اچھلا اور پھر وہ بنا کسی آواز کے جھول گیا.....اب وہ لوگ اسے کبھی نہیں پا سکیں گے۔

دھواں چھٹ گیا۔گاؤں والے گہری خاموشی میں ڈوبے ہوئے تھے اور رسیوں میں بندھے اس کے مردہ جسم کو تکے جا رہے تھے۔کمانڈر اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کے بعد ان کے سامنے کھڑا تھا۔وہ جھجکا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب انھیں کس بات کی دھمکی دے۔اپنے اندرونی خوف کو چھپاتے ہوئے اس نے محض اپنی وردی میں لگے تمغوں کی لاج رکھنے کے لیے دہاڑا۔

''ٹھیک ہے؟''اس نے پوچھا۔

اس کی اس چیخ سے غم میں ڈوبے گاؤں والوں کو ایک بار پھر اس کی موجودگی کا احساس ہوا۔

''کیا ٹھیک ہے!''گاؤں کا مکھیا غرایا۔''میں نے تم کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہمیں اس آدمی کا پتا نہیں ہے جسے تم ڈھونڈ رہے ہو۔تم نے ہماری بات پر یقین نہیں کیا اور ہمارے ایک آدمی کو خواہ مخواہ مار ڈالا۔اب میں اور کیا کہہ سکتا ہوں؟''

کمانڈر کو کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔ وہ ہلکے ہلکے ہلنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آگے کرنا کیا ہے۔ آخر، اس نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا۔

''اٹینشن!.....فارم اَپ!.....شکار جاری رہے گا۔ وہ کمینہ دوسرے گاؤں میں چھپا ہوسکتا ہے۔ ہمارے پاس برباد کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ آگے بڑھو!''

پھر، گاؤں والوں کی طرف مڑتے ہوئے، وہ چیخا ''ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ کتے کا بچہ، وہ جہاں کہیں بھی ہوگا، ہم اسے ڈھونڈ لیں گے۔ ہم اس کے کان اکھاڑ لیں گے، اس کے ناخنوں کو اکھیڑ ڈالیں گے، اس کی آنکھیں نکال لیں گے، ہم اس کی بیوی، اس کی ماں اور اس کے بچوں کے سامنے اسے ننگا کر کے پھانسی پر لٹکائیں گے، اور اس کے بعد اس کی لاش ہم کتوں کو کھلا دیں گے، یہ تم سے میرا عہد ہے۔''

جیپیں اور ٹینک اس کی تلاش میں کسی اور گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہ لوگ اب بھی اسے تلاش کر رہے تھے۔ اس کی موجودگی کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے، وہ کہیں چھپا تھا؟ مگر کہاں؟ آمریت کی چکی میں پسے ہوئے لوگ کانپ اٹھتے، جب بھی کہیں 'اس آدمی' کا ذکر ہوتا۔ حالاں کہ پورے ملک پر پولیس کا عتاب پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے..... پورے ملک میں جاسوسوں، مخبروں اور پیشہ ور قاتلوں کا جال بچھا ہوا ہے.....اور حالاں کہ نئے صدر مملکت، دوسرے بابائے قوم نے اپنی حفاظت کے لیے صرف اپنے قبیلے کے لوگوں پر بھروسا کیا ہے.....اس کے باوجود وہ باہر نکلنے سے ڈرتا ہے۔ اس نے اپنے بارے میں مشہور کر رکھا ہے کہ وہ اَمَر ہے اور اسے قتل نہیں کیا جا سکتا ہے.....لیکن اس کے باوجود وہ اپنے محل کے اندرونی حصوں میں محدود رہتا ہے کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ کب 'وہ آدمی' آ جائے گا اور اسے قتل کر دے گا تا کہ آزادی جو برسوں پہلے سلب ہو چکی ہے واپس مل سکے۔

''وہ آدمی''.....قوم کی امید.....ایک ایسا آدمی جو 'نہیں' کہنا جانتا ہے۔

☆☆☆☆

خورشید اقبال

B. L. No. 5, H. No. 5, Galaxy Apartments, 3rd Floor, Flat No. 303
Kankinara, North 24 Parganas, West Bengal, India, PIN 743126
Email: keqbal@gmail.com
Website: www.khurshideqbal.com